پہلی قسط

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر خالد شبیر احمد

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ جن کا مجلس احرار اسلام کے ساتھ تعلق خاطر مثالی نوعیت کا رہا جن کی دلی دعاؤں اور خصوصی توجہ سے مجلس احرار اسلام کے رضا کاروں اور اکابر میں ایک ایسا جذبۂ ایمانی پیدا ہوا جس کے سامنے قادیانیت کے مکروہ اور گمراہ کن عزائم خس وخاشاک کی مانند بہتے نظر آتے ہیں۔

مجلس احرار اسلام نے جس پامردی کے ساتھ قادیانیت کا راستہ روکا اور قادیانیت کو ہر محاذ پر شکستِ فاش سے ہمکنار کیا۔اس میں جہاں اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم شامل حال تھا۔وہاں دور حاضر کے اس ولی اللہ کی دعاؤں کا بھی اثر تھا۔وہ احرار کی اس تحریک کو بنظر استحسان ہی نہیں دیکھتے تھے بلکہ اس کی رہنمائی فرماتے اور اس میں گہری دلچسپی بھی لیتے۔ وہ ہمیشہ احرار کارکنوں اور احرار رہنماؤں کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے،ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ان کے ساتھ محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے۔شاید یہی وجہ ہے کہ جماعتِ احرار کا ہر فرد انہیں پیر ومرشد اور پیشوا تسلیم کرتا تھا۔انھوں نے ہمیشہ اپنی سیاسی بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے رہنمایانِ احرار کو اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ چنانچہ احرار اسلام کی اسلام دشمن تحریکوں کے خلاف تمام تر جولانیاں آپ ہی کی نگاہِ کرم کی کرشمہ سازیاں ہیں۔مجلس احرار اسلام کی تمام تر کارروائیاں جو محض دین کی سربلندی اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے تھیں،ایسی بزرگ ہستی کی دعاؤں کا صلہ ہیں۔

ابتدائی حالات:

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا تعلق تحصیل تلہ گنگ ضلع کیمبل پور کے قصبہ ''تھوہا محرم خان'' سے ہے۔ یہ قصبہ آپ کے اسلاف کا مسکن تھا۔آپ نسلاً راجپوت (جاٹ) ہیں۔''جیپ'' آپ کی گوت ہے۔آپ کے خاندان میں مقتدر اور معروف شخصیت مولوی عبدالرحیم کی ہے جن کے تین فرزند تھے (۱) مولوی محمد اکرم (۲) مولانا محمد حسن (۳) مولانا محمد محسن رحمہم اللہ۔مولانا محمد اکرم کے چار صاحبزادے تھے۔مولوی محمد احسنؒ،مولانا کلیم اللہؒ،مولانا محمد یٰسینؒ اور سب سے چھوٹے حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے والدِ بزرگوار حافظ احمدؒ۔حافظ احمد صاحبؒ کی خالہ ''ڈھڈیاں'' (ضلع سرگودھا) بیاہی ہوئی تھیں جن کی فرمائش پر حافظ احمد صاحبؒ تھوہا محرم خان سے ڈھڈیاں'' منتقل ہوئے اور اس طرح موضع ڈھڈیاں کو ہی حضرت مولانا عبدالقادر کا مولد اور وطن بننے کا شرف حاصل ہوا۔

حافظ احمد صاحب کی پہلی شادی ڈھکوال میں ہوئی جو ڈھڈیاں سے ۴میل کے فاصلے پر ضلع سرگودھا میں ہے۔ اس سے حافظ احمد صاحب کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہ ہوئی۔ ساٹھ برس کی عمر میں آپ کی ملاقات ایک بزرگ مجذوب سے ہوئی۔ جس نے آپ سے دوسری شادی کے لیے کہا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ''میں تمہاری پشت سے ایک ایسا نور دیکھتا ہوں جس سے ایک عالم منور ہوگا (حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری۔ ابوالحسن ندوی، لاہور ص ۳۷) چنانچہ اس فرمائش کے تحت حافظ احمد نے موضع للیانی ضلع سرگودھا کے ایک معزز خاندان میں شادی کی ۔ اس شادی سے (۱) مولانا عبدالقادر (۲) حافظ عبدالعزیز (۳) حافظ محمد خلیل (۴) ایک بیٹی پیدا ہوئی۔

پیدائش اور ابتدائی تعلیم:

آپ کا سنِ پیدائش صحیح طور پر کسی کو یاد نہیں۔ مولانا سید ابوالحسن ندویؒ نے اپنی کتاب ''حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری'' میں آپ کا سنِ پیدائش اندازاً ۱۲۹۰ھ بمطابق ۱۸۷۳ء تحریر کیا ہے۔ والد ماجد نے آپ کا اسم گرامی غلام جیلانی رکھا، بعد میں آپ کے مرشد حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوریؒ نے تبدیل کر کے عبدالقادر رکھ دیا۔ آپ اسی نام سے پورے حلقۂ ارادت میں جانے جاتے ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا حافظ محمد یٰسین اور مولانا کلیم اللہ سے حاصل کی۔ مولانا کلیم اللہ سے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس زمانے میں موضع ڈھڈیاں کے قریب ''بھرت شریف'' اور ''جھاوریاں'' دو تعلیمی مرکز تھے آپ نے دونوں مراکز سے کسبِ فیض کیا۔

ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے سہارن پور تشریف لے گئے جہاں مولانا ثابت علی سے شرح جامی پڑھنے کا قصد تھا۔ سہارن پور میں مولانا حبیب الرحمٰن سہارن پوریؒ سے بھی تعلیم حاصل کی اور یہیں پر ایک مسجد میں امامت کے فرائض بھی سرانجام دیئے اسی جگہ آپ کی حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ لیکن اس وقت کسی کو اس بات کا خیال بھی نہ تھا کہ انہی سے آپ کا رشتۂ تصوف استوار ہوگا اور آپ ان کے جانشین کی حیثیت میں پورے ہندوستان کے مسلمانوں کی دل کی دھڑکن بن جائیں گے۔

کچھ عرصہ بعد پانی پت میں مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ سے بھی شرح جامی پڑھی، آپ کے علاوہ مولانا راغب اللہ، مولانا لقاء اللہ، مولانا لطف اللہ رحمۃ اللہ علیہم سے بھی آپ نے تعلیم حاصل کی۔ پھر رام پور تشریف لے گئے۔ رام پور، معقولات و منطق کی تعلیم کے لیے ہندوستان بھر میں مشہور تھا۔ جہاں مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی پورے ہندوستان کے دینی طالب علموں کے لیے باعثِ کشش بن چکا تھا۔ یہیں پر مولانا محمد طیبؒ بھی تھے جو عرب تھے۔ ان دونوں حضرات سے آپ نے تعلیم حاصل کی۔ رام پور میں آپ کا قیام خاصا تکلیف دہ رہا۔ آپ خود فرماتے کہ میرا یہاں جی نہیں لگا شہر کی سڑکوں پر غریب ہندو کہار جو اُپلے بیچنے آتے، لوگ انہیں طرح طرح سے تنگ کرتے اور بعض اوقات ان کے اُپلے بھی چھین لیتے۔ میں اکثر اوقات سوچتا کہ ان زیادتیوں کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں کیا ہوگا؟ فرماتے کہ مجھے محلّہ

سے روٹیاں اور ایک پیسہ روز ملتا تھا اس ایک پیسے سے چنے لے کر آتا انہیں ابال کر کھالیتا۔

حضرت رائے پوری فرماتے کہ رام پور سے کسی دوست نے خط لکھ دیا کہ غلام جیلانی کا انتقال ہو گیا ہے۔ مجھے علم ہوا تو میں نے خط لکھ دیا کہ میں زندہ ہوں۔ والدہ صاحبہ نے والد صاحب سے اصرار کیا کہ اس کو لے آؤ۔ والد صاحب رام پور تشریف لائے۔ انھوں نے آکر استاد سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ سبق کے لیے کہیں گیا ہے، لیکن وہ میری تلاش میں مدرسے سے نکل کر راستے میں مجھے ملے تو واپسی کا کہا۔ لیکن میں نے انکار کیا کہ حصول علم کے بعد ہی گھر جاؤں گا۔ آپ میرا جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ میری بھی یہی خواہش ہے کہ تم علم حاصل کرو اور علم حاصل کرنے کے بعد ہی گھر آؤ۔

دہلی میں:

رام پور سے آپ نے مزید تعلیم کے لیے دہلی کا رخ کیا۔ دہلی کا یہ سفر غالباً ۱۸۹۸ء سے ۱۹۰۲ء کے درمیان پیش آیا۔ دہلی میں اس وقت شیخ الکل میاں جی حضرت سید نذیر حسینؒ کا درس علم حدیث کے طالب علموں کے لیے مرکز بنا ہوا تھا آپ اس میں بھی شریک ہوئے، پھر مسجد سنہری کا قصد کیا جہاں مدرسہ امینیہ میں حدیث کے اسباق ہوتے تھے۔ وہاں حضرت مولانا انور شاہ کاشمیریؒ درس دیا کرتے تھے۔ ان کے درس سن کر طمانیت ہوئی۔ دہلی اس وقت فقہی مسائل وعقائد کا اختلافی میدان بنا ہوا تھا۔ مناظرین اور واعظین ایک دوسرے کے خلاف صف آرا تھے۔ آپ سب کی سنتے اور سوچتے رہتے۔ فرماتے کہ ایک فرقے کی بات سن کر معلوم ہوتا باقی تمام فرقوں والے مشرک ہیں۔ کفر کے تیر کثرت سے چلتے، دل کو گرچہ تکلیف ہوتی، تاہم متضاد باتیں سن کر طبیعت میں جامعیت اور اعتدال کی کیفیت محسوس ہونے لگتی اور احساس ہونے لگا کہ سبھی فرقے والے مبالغے اور تشدد سے کام لیتے ہیں جو درست نہیں۔

پانی پت، سہارن پور، رام پور اور دہلی کے علاوہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر اور بانس بریلی میں بھی آپ نے تعلیم حاصل کی۔ بریلی میں آپ نے مدرسہ مصباح التہذیب میں تعلیم حاصل کی جہاں ان دنوں پنجاب کے مولوی محمد دین مرحوم پڑھایا کرتے تھے۔ مولوی خدایار مرحوم سے فلسفہ کی کتابیں پڑھیں۔

ملازمت:

بریلی ہی میں آپ کے تحصیل علم کا مرحلہ اختتام پذیر ہوا۔ یہیں آپ نے کچھ عرصے کے لیے مولوی خدایار مرحوم کے ہاں ان کے بیٹے مقتدا یار خان کو پڑھانے پر ملازمت اختیار کر لی۔ بریلی میں ہی آپ نے حکیم مختار احمد خان سے طب کی کتابیں شرح اسباب تک پڑھیں۔ آپ کی نیت یہ تھی کہ معاش کے لیے کوئی سلسلہ اختیار کر لیا جائے۔ چنانچہ آپ نے کسی دوست کے ذریعے افضل گڑھ ضلع بجنور کا بھی سفر کیا جہاں پر تقریباً چھے ماہ تک مطب میں مشغلہ رہا۔ بریلی کی ملازمت کے دوران ہی والد صاحب کے انتقال کی خبر ملی جس کے بعد آپ نے بریلی کی ملازمت کو ترک کر دیا۔

اضطراب و بے چینی، مرشد کی تلاش:

بریلی کے قیام کے دوران بے چینی اور اضطراب کی کیفیت میں مبتلا رہے، جو حصولِ یقین کامل اور روحانی ترقی کا ایک ابتدائی مرحلہ سمجھا جاتا ہے۔ صوفیاء کی سوانح سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ روحانی ترقی سے پہلے اکثر و بیشتر اس بے چینی اور اضطراب کی کیفیت کو محسوس کیا گیا۔ حضرت رائے پوریؒ فرماتے جب بھی مجھ پر شکوک کا حملہ ہوتا صحابہ کرام کے حالات پڑھ کر بڑا اطمینان ہوتا۔ یہ یقین پختہ ہوتا کہ یہ جماعت حق پر تھی اور دین اسلام سچا اور مقبول دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رائے پوری کی زندگی میں صحابہ کرام کے حالات کا اثر بڑی شدت کے ساتھ آخری دم تک رہا۔ صحابہ کرام کو اپنا مرشد اور ان کتابوں کو اپنا محسن مانتے تھے جن کے ذریعے آپ پر صحابہ کی عظمت اور دین اسلام کی حقانیت یقین کامل تک پہنچی۔

یہ مرزا غلام احمد قادیانی کا ابتدائی دور تھا اور پنجاب کے اندر اس کی دعوت اور دعویٰ کا چرچا ہر خاص و عام کی زبان پر تھا۔ مرزا غلام احمد کی کتابیں اور رسائل عموماً پڑھے جاتے تھے اور اس پر بحث و تمحیص اہل علم حضرات کا مشغلہ بن چکا تھا۔ ویسے بھی حکیم نوردین آپ کے وطن کے نزدیک بھیرہ ہی کا باسی تھا۔ حضرت کے خاندان کے بزرگوں کے ایک شاگرد حکیم نوردین کے خاص معاونین میں سے تھے جو مستقل طور پر قادیان میں قیام پذیر تھے۔ ان تمام حوالوں اور رابطوں کے ذریعے مرزا غلام احمد قادیانی کے مستجاب الدعا ہونے کا چرچا آپ تک بھی پہنچا تو آپ نے بھی ایک خط کے ذریعے دعا کے لیے تحریر کیا۔ جواب میں مولوی عبدالکریم کے ہاتھ کا لکھا ہوا خط موصول ہوا کہ تمہارا خط ملا۔ دعا کے لیے حضرت (مرزا غلام احمد) کو کہہ دیا ہے انھوں نے تمہارے لیے خوب دعا کی ہے۔ کبھی کبھی خط لکھ کر یاد دہانی کرادیا کرو۔ حضرت رائے پوری خود فرماتے تھے کہ اس زمانے میں ایک پیسے کا کارڈ آتا تھا میں ہر چند دنوں کے بعد ایک کارڈ لکھ دیتا تھا۔ اسی دوران مرزا غلام احمد قادیانی کی چند کتابیں دیکھنے کا موقع مل گیا۔ میرے دل میں ان کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ قادیانیت کی جانب میرا میلان ہوگیا اور یوں محسوس ہونے لگا کہ جیسے یہ سچے ہوں۔ پھر خود ہی فرمایا کہ جب بھی مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوتی دو رکعات نماز نفل پڑھ کر عاجزی کے ساتھ دعا کرتا تو طبیعت ان کی جانب سے متنفر ہوجاتی اور ایک سکون سا محسوس کرنے لگتا۔ فرماتے میرے مالک کا مجھ پر کتنا کرم ہے کہ بغیر دلیل کے مجھ پر حق واضح ہوتا چلا گیا۔

بریلی میں قیام کے دوران طبیعت کی بے چینی اور بے اطمینانی جب زیادہ بڑھ گئی تو امام غزالی کی کتاب ''المنقذ من الضلال'' کا اردو ترجمہ کہیں سے میسر آیا، جسے پڑھا۔ اس کتاب میں امام غزالی نے اپنی کیفیات کی کہانی تحریر کی ہے کہ کس طرح علم و فضل کے باوجود ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم جو کچھ پڑھ پڑھا رہے ہیں سب بیکار اور فضول ہے ہم جسے دینی مشغلہ کہتے ہیں وہ محض دنیاداری اور دنیا طلبی ہے یہ سب کچھ دلی سکون و اطمینان کی طرف نہیں لے جارہا بلکہ حقیقی معرفت کی دولت سے رفتہ رفتہ مجھے محروم کر رہا ہے۔ اسی سوچ میں امام غزالی کی زبان بند ہوگئی، اشتہا بالکل

مفقود اور صحت جواب دے گئی۔ درس و تدریس کا سلسلہ محض خود فریبی ہونے لگا اور طبیعت بالکل اچاٹ ہوگئی۔ اس کیفیت میں اس قدر اضافہ ہوا کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بغداد سے پیدل چل کھڑے ہوئے۔ برسوں تک صحرا نوردی اور مجاہدہ کے بعد یقین کی دولت نصیب ہوئی۔ انہیں یقین ہوگیا کہ صوفیاء کا راستہ ہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر انسان سیرت و اخلاق کے حوالے سے نبوت کی تقلید کاملہ اور توجہ علی اللہ کی نعمت سے فیض یاب ہوسکتا ہے۔

حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ امام غزالی کی اس کتاب نے میرے دل میں ایسا انقلاب برپا کر دیا جس نے بڑی شدت سے مجھے مرشد کی تلاش کے لیے مجبور کر دیا۔ میں نے بھی امام غزالی کی طرح سفر اختیار کرنے کی ٹھان لی۔ اس دوران حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تحفۃ العشاق'' کہیں سے مل گئی۔ اسے پڑھنے کے بعد بے چینی اور عشق کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مہینوں تک یہ معمول رہا کسی قبرستان میں چلا جاتا اور روتا رہتا۔

یہی وہ زمانہ تھا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ (مولانا رشید احمد گنگوہی) کا آفتاب رشد و ہدایت پورے عروج پر تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی کتابوں کے مطالعے نے اسی سلسلے کی جانب رجوع کرنے پر آمادہ کیا۔ حضرت کے خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمتہ اللہ علیہ اکثر اوقات پنجاب میں تشریف لاتے تھے اور آپ کے چند مریدین سے بھی ملاقات رہتی تھی۔ چنانچہ آپ کی ہی خدمت میں ایک خط تحریر کیا۔ جس میں بیعت کے لیے عرض کیا۔ خط کا جواب ملا۔ ''حدیث میں آتا ہے ''المستشار موتمن'' میں آپ کو لکھتا ہوں کہ میں کوئی چیز نہیں ہوں آپ میں طلب ہے مجھ میں یہ بھی نہیں آپ حضرت گنگوہیؒ کی طرف رجوع کریں''۔ اس جواب نے مجھے اور زیادہ متاثر کیا کہ اخلاص اور بے نفسی اس کو کہتے ہیں۔ حضرت ایک مرتبہ مولانا رشید احمد گنگوہی کی زیارت کر چکے تھے۔ اس لیے آپ کی شان اور مرتبے سے ناواقف نہیں تھے لیکن آپ نے یہ محسوس کیا کہ ایسے مرجع خلائق اور شہرۂ آفاق شیخ سے جو اپنی عمر کے آخری حصے میں ہیں مجھ ایسا کم مایہ اور نو وارد طالب کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے اور کس طرح اپنی اصلاح باطن کے لیے شیخ کی خصوصی توجہ اپنی جانب مبذول کرا سکتا ہے۔ آپ نے فیصلہ کیا کہ مجھے حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کا ہی دامن پکڑنا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ آپ رائے پور حاضر ہوئے اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ نے فرمایا جلدی کیا ہے۔ استخارہ کرلو آپ نے گھر جانا ہے گھر سے ہوآؤ پھر بیعت کر لینا۔

قادیان میں:

حضرت واپس گھر آگئے اور چند روز تک ڈھڈیاں میں قیام کیا۔ اس دوران حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کی ہدایت کے مطابق بڑی یکسوئی کے ساتھ ذکر و فکر کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ان دنوں کے بارے میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو مزہ ان دنوں میں آیا۔ پھر نہیں آیا۔ کہا کرتے کہ جو بات ان دنوں میں میسر آئی پھر کبھی نہ آئی۔ عموماً کہا کرتے ''دیکھا جو کچھ دیکھا، پایا جو کچھ پایا'' انہی دنوں میں آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ چند دن

ڈھڈیاں میں قیام کے بعد رائے پور واپس جانے کا قصد کیا تو کسی قریبی رشتہ دار کی فرمائش پر قادیان میں حکیم نوردین سے ملاقات ہوئی۔ جس کا ذکر مولانا ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب ''سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری'' کے صفحہ ۶۰ پر اس طرح کرتے ہیں۔

''ڈھڈیاں سے واپس رائے پور کا عزم کیا تو واپسی کے لیے کرایہ نہیں تھا اور گھر میں بھی نہیں تھا۔ آپ کے بھائی عبدالعزیز کے پاس ایک بکری تھی اس کو بیچ کر روپے حضرت کو دیئے۔ فرمایا ہم نے تو نیت کر لی تھی کہ پیدل ہی رائے پور جائیں گے مگر بھائی نے احسان کیا اور ہم جلد ہی رام پور پہنچ گئے۔

رائے پور کا قصد فرمایا تو چچا زاد بھائی مولوی سعداللہ کے بیٹے مولوی امام دین نے جو بیمار تھے فرمائش کی کہ راستے میں حکیم نوردین کو دکھاتے چلو، والد صاحب کے شاگرد حافظ روشن دین ساتھ تھے آپ کے ایک ساتھی مولوی صدیق جو اہل حدیث تھے وہ آپ کے ساتھ دہلی میں اکٹھے رہے تھے۔ حکیم صاحب سے آپ کا ذکر کیا تھا اور تعارف کرایا تھا کہ آپ کے استادوں کے خاندانوں میں سے ہیں۔ حکیم نوردین نے لکھا بھی کہ تم ایک مرتبہ مرزا کے پاس آ جاؤ۔ غرض آپ قادیان گئے اور سات آٹھ روز تک حکیم صاحب کے ہی مہمان رہے۔ ایک مرتبہ راقم السطور کے اس سوال پر کہ حکیم صاحب مخلص تھے؟ آپ نے قادیان کے سفر کا تذکرہ کرتے ہوئے تفصیل سے اس کا قصہ سنایا، ارشاد فرمایا:

''مولوی عبدالرحمٰن کے والد امام الدین جب بیمار ہوئے تو مجھ سے کہا کہ مجھے حکیم نوردین کے پاس لے چلو، میں لے گیا، عصر کے بعد ان کی عام مجلس ہوا کرتی تھی قسم قسم کے لوگ آتے، پوچھتے پاچھتے رہتے۔ جب تنہائی ہوئی تو میں نے پوچھا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ حق صرف ہمارے ہی پاس ہے اور باقی سب باطل ہیں اور قرآن ان کے دلوں میں نہیں اترا ہے تو اس کی کیا دلیل ہے کہ آپ ہی حق پر ہیں؟ اور دوسرے باطل پر۔ انہوں نے کہا کہ مجھے تو مرزا نے کہا تھا کہ آریوں اور عیسائیوں کے رَد میں کتاب لکھو میں نے لکھی۔ میرا سلوک تو اسی طرح سے طے ہو گیا تو میں نے کہا کہ انوار تو دوسروں کو بھی نظر آتے ہیں حتیٰ کہ ہندوؤں کو بھی' وہ خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد کہا ہم سے مکالمۂ باری ہوتا ہے اس پر میں خاموش ہو گیا' کیونکہ مجھے معلوم نہ تھا کہ دوسروں کو مکالمۂ باری ہوتا ہے یا نہیں۔ میں چونکہ رائے پور سے ہو کر آیا تھا میں نے اتنا کہا کہ تم حق پر ہو یا نہ ہو بہرحال جس شخص کو میں نے دیکھا وہ ضرور باطل پر نہیں ہے۔ یقیناً حق پر ہے۔ میں نے حضرت (شاہ عبدالرحیم قدس سرہ) کو قرآن مجید پڑھتے بھی دیکھا تھا۔ تہجد میں طویل تلاوت فرماتے تھے۔ کبھی رو رہے ہیں۔ جب عذاب کا ذکر آتا تو رو رو کر استغفار پڑھتے ہاتھ جوڑ رہے ہیں اور سکوت ہے۔ میں نے کہا کہ یہ بھی غلط ہے کہ دوسروں کے دل میں قرآن ہی نہیں اُترا۔ اگر میں نے حضرت کو نہ دیکھا ہوتا تو قادیانی بن گیا ہوتا''۔ حکیم نورالدین کی مجلس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کچھ کچھ وقفے کے بعد بڑے درد سے **لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین** اس طرح پڑھتے کہ دل کھنچتا تھا۔ مجھے خیال ہوتا کہ ان کو ایسی رقت اور انابت ہوتی ہے یہ کیسے ضلالت پر ہو سکتے ہیں؟ مگر اس

کے ساتھ دل میں آتا کہ میں اللہ کے جس بندے کو دیکھ کر آیا ہوں ۔ اگر اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہے اور یقیناً ہے تو اس کو ضلالت میں نہیں چھوڑ سکتا۔ اس سفر میں مرزا سے ملاقات ہوئی۔ فرماتے تھے کہ میں ان کے امام کے پیچھے بھی نماز پڑھتا تھا اور اپنی الگ بھی پڑھتا تھا۔

قادیان میں چند روز قیام کے بعد آپ کے ساتھی واپس چلے گئے اور آپ سہارن پور کے لیے روانہ ہوئے ۔ رخت سفر اس قدر مختصر تھا کہ ٹکٹ کے علاوہ پاس کچھ نہیں تھا۔ لیکن راستے میں کھانا کھانے کی نوبت ہی نہ آئی ۔ جب سہارن پور پہنچے تو کھانا کھایا۔ دو چار وقت گزر چکے تھے سہارن پور میں کسی سے ملاقات کئے بغیر آپ پیدل ہی رائے پور روانہ ہو گئے منہ کا مزہ انتہائی تلخ ہو چکا تھا۔ راستے میں آپ کہتے ہیں کہ ایک مسجد میں ذرا رکے اور وہاں پر آرام کیا۔ ایک آدمی آیا اور اس نے پوچھا یہاں سے کہاں جاؤ گے؟ جواب میں آپ نے کہا کہ مسافر ہیں اِدھر سے آئے اُدھر کو چلے جائیں گے۔ آپ سے کیا؟ آخر حضرت کی خدمت میں بخیریت پہنچ گیا۔

حضرت نے مجھ سے ذکر کی کیفیت کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا حضرت میں تو غبی ہوں۔ میرے اندر کچھ نہیں ہے۔ پھر جو کیفیت پائی عرض کی ۔ فرمایا الحمدللہ۔ اسی کیفیت میں بیعت سے مشرف ہوئے اور قیام کا ارادہ فرمالیا۔

حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری نے فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کے پیچھے کتنے لوگ ہیں جواب میں حضرت عبدالقادر رائے پوری نے فرمایا والدہ ہیں، بیوی، دو بھائی اور دو بہنیں ۔ فرمایا یہ تو بڑا کنبہ ہے۔ ہمارا تو جی چاہا تھا کہ ہم اکٹھے رہتے ۔ عرض کیا کہ سب کے ہوتے ہوئے بھی میرا کوئی نہیں ہے۔ میں تو یہ نیت کر کے آیا ہوں کہ ساتھ ہی رہوں گا۔

فرمایا کہ ایک مرتبہ مناسب موقع دیکھ کر میں نے اپنے حضرت قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ قادیانی انوار کا دعویٰ کرتے ہیں ۔ ان کو نماز وغیرہ میں بہت حالات و کیفیات پیش آتے رہتے ہیں اور گریہ وخشیت کا غلبہ ہوتا ہے اس کا کیا سبب ہے؟ حضرت سنبھل کر بیٹھ گئے اور جوش سے فرمایا مولوی صاحب سنو

ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی

حضرت اس کی تشریح فرمانا چاہتے تھے۔ حضرت بس میں سمجھ گیا۔ اس کے بعد اس مسئلہ میں کبھی کوئی کھٹک نہیں ہوئی۔

ضلالت کی صورت میں بھی جو لوگ مجاہدے اور محنت میں لگے رہتے ہیں۔ ان کیلئے بھی ایسی صورتیں اور آثار ظاہر ہوتے ہیں جن سے ان کو اپنے مسلک کی تائید اور اس پر اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اس میں اور زیادہ پختہ ہو جاتے ہیں۔ اسی کا نام قرآن مجید کی اصطلاح میں استدراج بھی ہے۔ اس لیے محض کشوف وانوار اور کیفیات وآثار حقانیت کا معیار نہیں۔ اصل معیار کتاب وسنت اور مسلکِ سلف سے مطابقت ہے۔

جاری ہے